بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلسلہ دعوت نمبر 9

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَھَّرُوۡنَ

اس کو غیر اللہ سے پاک ذہنوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝

اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ پس یقیناً وہی اللہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ 5/44

الحجّ قرآن کی روشنی میں

☆بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ☆

اَتِمُّوا لْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ 2/196: الحج اور العمرہ کواللہ کے نظام کو متشکل کرنے کے لئے مکمل کرو۔الحج قرآن کی اصطلاح ہے جس کے معنی ہیں سالانہ اجتماعی انتظامی کانفرنس جس کا اعلان حکومت کی طرف سے ہو گا اورالعمرہ سالانہ اجتماع کے علاوہ ماہانہ، سماہی یا کوئی ہنگامی اجلاس ہے کیونکہ العمرہ کے لئے الھدی کا حکم نہیں ہے۔ یہ دونوں قسم کے اجلاس مسجدِ حرام میں ہوں گے۔دیباچہ کا نمبر 41 اور 42 بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔الحج اللہ کے نظام کی تنفیذ کے لئے حجۃ البالغہ کا کام کرے گا۔امت مسلمہ کے لئے خصوصی اور عمومی طور پر سارے انسانوں کے مسائل کو حل کرنیکے لئے غور و فکر کرکے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔امت مسلمہ اس ایک مرکز کے ساتھ وابستہ ہوکر اللہ کے نظام کو متشکل کرنے کیلئے فیصلہ کن کردار ادا کرے گی۔ نبی سلام' علیہ نے شرک کے غلبہ کی وجہ سے مکہ میں مرکز نہیں بنایا۔وہاں سے ہجرت کی اور مدینہ میں مسجدِ حرام بنائی جس کو مرکزِ قرآن بنایا۔وہاں ہی اجتماعِ حج ہوتے تھے۔کیونکہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ جہاں نبی موجود ہو وہاں ہی اجتماعِ حج ہوتا ہے۔ابراہیم سلام' علیہ سے پہلے بھی انبیاء نے ہدایت ورشد کے لئے مرکز بنائے تھے۔3/96 کی رو سے اگر ابراہیمی مرکز کو پہلا قرآنی مرکز ٹھہرایا جائے تو اس سے پہلے انبیاء کے بنائے ہوئے مراکز غیر اہم ہو جاتے ہیں۔اس کے علاوہ غیر مبارک اور بغیر ہدایت کے تصور کئے جائیں گے۔یہ تضاد ہے لہٰذا ہر نبی کا بنایا ہوا مرکز اہم،مبارک اور ہدایت دینے والا ہوتا ہے کیونکہ ہر نبی کے پاس قرآن والی تعلیم ہوتی ہے۔اس لئے 22/27 میں اللہ کا حکم ہے کہ اے ابراہیم لوگوں میں حج کا اعلان کردو ۔یَـاْتُـوْکَ کہ وہ تیرے پاس آئیں گے۔یہاں ك ضمیرِ مخاطب کا مرجع ابراہیم سلام' علیہ ہے۔اب محمد رسول اللہ مقامِ ابراہیم لے چکے ہیں۔اور انہوں نے مسجدِ حرام مدینہ میں بنائی ہے۔اسی مسجد میں غیر مسلموں سے امن کے معائدے ہو رہے ہیں۔ہمارے ہاں صرف ایک ہی مسجدِ حرام ہے جو ابراہیم سلام' علیہ نے بنائی تھی۔حالانکہ ہر نبی مسجدِ حرام بناتا ہے۔محمد رسول اللہ سے پہلے انبیاء نے بھی اپنی اپنی جگہ مرکز بنائے اور وحی کی تبلیغ و تنفیذ کا کام کیا۔مکہ کو بُت خانہ اور شرک کا مرکز بننے کے بعد اس کو کسی نبی نے بھی مرکز کے طور پر استعمال نہیں کیا۔ یوسف سلام' علیہ نے مصر میں مرکز بنایا اور اس کے بعد آنے والے نبیوں نے جہاں مناسب سمجھا وہاں ہی مرکز بنا لیا۔مکّہ کو کسی نے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اصل شے وحی کی تعلیم ہے۔جہاں یہ تعلیم ہو گی وہی جگہ مرکز بن جائے گی۔ انسانوں کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے اللہ کو لا شریک حاکم تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ کی کتاب میں جگہ اور شخص مقدس نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا حکم مقدس ہوتا ہے۔اس حکم کی وجہ سے انسان اور جگہ مقدس ہوتی ہے۔انسان اور جگہ اللہ کے حکم کی نفی کردیں تو وہ بھی بے حیثیت ہوجاتے ہیں۔مکّہ کی مسجدِ حرام میں اب وحی کی مخالفت ہو رہی تھی اس پر مشرکوں کا قبضہ تھا اور قرآن کی مخالفت میں وہاں اجلاس ہوتے تھے۔اس لئے محمد رسول اللہ نے وہاں سے ہجرت کر لی اور مدینہ میں ابراھیم کے نقش قدم پر مسجدِ حرام

بنا کر قرآن کی تبلیغ و تنفیذ کا کام شروع کر دیا۔سورۃ نمبر9 میں اسی مسجدِ حرام کا ذکر ہے۔اس جگہ **الحج الاکبر** ہوتا ہے اور مشرکوں سے بے زاری کا اعلان بھی کرایا جاتا ہے۔اسی مسجد میں مشرکوں سے امن کے معاہدے ہوتے ہیں۔9/7 میں ہے کہ اللہ اور رسول کے نزدیک اُن مشرکوں کے ساتھ معاہدہ امن کیسے ہو سکتا ہے جنہوں نے اس کو توڑ دیا ہے۔ جو مشرک اس معاہدے پر قائم رہیں تو ایمان والو! تم بھی اس کو نبھاؤ۔یہ معاہداتِ امن مدینے والی مسجد حرام میں ہو رہے ہیں۔معاہدہ امن کرنے کے بعد مشرکین کا رویہ مندرجہ ذیل ہے۔

(ا) مشرکین عہد کی خلاف ورزی کرتے ہیں9/7 (ب) مومنوں کے دین میں طعنہ زنی کرتے ہیں9/12

(پ) رسول اور مومنوں کو مدینہ سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں9/13 (ت) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں9/9

(ٹ) جب طاقت میں ہو جائیں تو پھر معاہدے کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے9/10

یہ معاہدہ امن کو توڑنے والے مشرکین نجس ہیں۔(**بعد عامهم هذا 9/28**) ان کے اس مذکورہ چال چلن کے بعد ان خاص قسم کے مشرکوں پر مسجدِ حرام میں داخلے کی پابندی ہے۔وہ بھی اس لئے کہ اب ان سے کوئی معاہدہ امن طے نہیں ہو گا کیونکہ ان سے اعتماد اُٹھ گیا ہے اب ان سے جنگ ہے۔یہ مدینے والی مسجدِ حرام ہے کیونکہ وہاں نبی سلام' علیہ موجود ہیں اور وہاں یہ معاہدے ہو رہے ہیں۔سورۃ نمبر9 کی آیات نمبرز17 تا19 اُس مسجدِ حرام کی نفی کر رہی ہیں۔ جہاں صرف عمارت ہے اور حاجیوں کو کھلایا پلایا جا رہا ہے۔اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اُس شخص کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ اور آخرت پر کتاب اللہ کے مطابق ایمان لاتا ہے اور وہ فرضِ منصبی کو قائم کرتا ہے اور کتاب اللہ سے لوگوں کا تزکیہ نفس کرتا ہے۔مسجدِ حرام اپنے مقاصد کے ساتھ ہر جگہ تعمیر ہو سکتی ہے۔جہاں مقصدِ قرآن نہ ہو قرآن کی ضد غیر اللہ کی حکمرانی کی دعوت ہو۔جہاں نام تو ہو مگر کام نہ ہو تو اللہ کو ایسے ناموں کی ضرورت نہیں ہے۔ محمد رسول اللہ نے ابراہیمی نقشِ قدم پر مدینے میں مسجدِ حرام بنائی تھی جس میں آیاتِ بیّنات تھیں کیونکہ اِس میں صرف اللہ کی حکومت کا اعلان تھا یعنی اس مرکز میں اللہ کی حکمرانی کا درست ماڈل تھا۔قرآن میں سورت نمبر2 آیات نمبرز 194 تا210 میں الحج کے بارے اللہ نے پوری تفصیل دے دی ہے۔نبی سلام' علیہ اسی مرکز میں معلّم، جج، منتظم اعلٰی، لیڈر اور اسلامی فوج کے کمانڈر انچیف کے فرائض منصبی اللہ کی کتاب کے مطابق سرانجام دیتے تھے۔اور نبی سلام' علیہ اسی مرکز سے ملک کی داخلی اور خارجی پالیسی کا اعلان کرتے تھے۔پھر اسی طرح کی دوسری مساجد تھیں۔جن میں اس بڑے مرکز کے ماتحت یہی انتظامی امور سرانجام دیئے جاتے تھے۔الحج سے متعلقہ چند امور جن کا قرآن ذکر کرتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) **اَلْهَدْیِ : هَدِیَّة**" کی جمع ہے۔27/35 میں ہے۔اِنِّی مُرْسِلَة"اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَة"م بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ میں ان کی طرف تحائف بھیجنے والی ہوں پھر ہم انتظار کرنے والے ہیں کہ یہ ایلچی کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔الھدی کے لئے دیباچے کا نمبر45 ملاحظہ فرمایئے۔الھدی الحج کے ساتھ مخصوص ہے۔اور

اس کا مرکز میں پہنچنا ضروری ہے۔48/25 میں اَلْھَدْیَ مَعْکُوْفًا ہے کہ الھدی مرکزِ ھدایت یعنی مدینے والی مسجدِ حرام میں نہیں پہنچ رہی ہے۔اس الھدی کے لئے جانور ضروری نہیں ہے۔جو بھی اناج، رقم یا جانور میسر ہے وہ مرکز میں پہچانا ہے۔

(ب) نُسُکٍ: اس کے بنیادی معنی محیط نے کپڑے کو دھو کر پاک کرنے کے کئے ہیں مثلاً نسک الثوب اس نے کپڑے کو دھو کر پاک کر دیا۔اچھا راستہ اختیار کرنے کیلئے یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ نسک الی طریقۃٍ جمیلۃٍ اُس نے ایک اچھا راستہ اختیار کیا ہے۔اسی سے منسگا ہے جس کی جمع مناسک ہے۔اسمِ ظرف ہے۔یہ دین، ذمہ داری اور اچھے کام کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ 2/196 محصور کی ھدی مرکز میں پہنچنے سے پہلے سرمنڈوانے کی سزا صدقہ اور صیام اورنسک ہے۔ نسک مرکز کے لئے یا عوامی بھلائی کے لئے بغیر معاوضے کے کوئی کام یا ڈیوٹی کرنا مراد ہے۔

(پ) اَلْحَجُّ اَشْھُر'' مَعْلُوْمٰت'' : الحج یعنی سالانہ اجلاس عوام میں مشہور معلوم شدہ ایّام ہیں۔قرآن سے تین دن کا تصور ملتا ہے۔کیونکہ الھدی کے میسر نہ ہونے کی وجہ سے دس دنوں کے صیام ہیں۔ اِن میں سے تین دن کے صیام فی الحج ہیں۔اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سالانہ اجلاس تین دن کا ہے۔پھر 2/202 میں ہے کہ اگر کوئی دو دن میں جلدی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔اورجو تاخیر کرلے۔تو یہ تاخیر ایک دن کی ہو سکتی ہے۔کیونکہ اس سے پہلے بھی تین صیام فی الحج کا حکم موجود ہے۔لہٰذا الحج تین دن کا ہی ہے۔اور یہ تین دن اسلامی حکومت میں بڑے مشہور اور معلوم شدہ ہیں۔یہاں مشہور اور معلوم شدہ الحج کی خبر ہے۔

(ت) فَلَا رَفَثَ وَلَا فَسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ: رفث اور فسوق اور جدال ان تینوں کاموں کی الحج کے دوران سختی سے ممانعت ہے۔یہ تینوں چیزیں اندھے جذبات اور مفادِ خویش کی پیداوار ہوتے ہیں۔مسلمانوں کے مرکز میں سارے انسانوں کی بھلائی اور فلاح کے لئے اجتماع ہے۔وہاں دوست دشمن سب اکٹھے ہو رہے ہیں۔نظم و ضبط کا تقاضا یہی ہے۔اس مرکز میں اپنے حیوانی تسکین اور فحش کلامی سے بچا جائے۔نافرمانی اور جھگڑے سے گریز کیا جائے۔انسانوں کے مسائل کو حل کرنے پر توجہ ہو۔جو یہ پابندیاں برداشت نہیں کرسکتا اُس کا الحج میں داخلہ بند ہے۔

(ٹ) اَفَضْتُمْ : سہ حرفی مادہ ف ی ض ہے جس کے معنی ہیں جانا، ہٹ جانا، جدا ہونا، کثرت سے ہونا، برتن کا بھر جانا، فیض حاصل کرنا اسی سے اَفَاضَ ہے۔اس کے معنی ہیں آنسو بہانا، پانی گرانا، برتن کو لبریز کر دینا اور کسی کام میں مصروف ہو جانا۔

(ث)عَرَفَاتٍ : سہ حرفی مادہ ع رف ہے۔عرف عرفانًا کے معنی پہچاننا کے ہیں۔عریف کے معنی سربراہ،تعارف کرانے والا، بہت علم والااور مانیٹر کے ہیں۔عرفات جمع ہے عرافه کی اور اس کے معنی ہیں علم والی بات، حق بات۔اس وزن پر خرافه ہے جس کی جمع خرافات ہے۔اس کے معنی باطل کے ہوتے ہیں۔یہ عرفات کی ضد ہے۔اس بنیاد پر عرفات سے مراد قرآن ہے کیونکہ یہی حق ہے۔وہ جگہ بھی مراد ہو سکتی ہے جہاں سے حق کا تعارف کرایا جاتا ہے۔اب فاذا افضتم من عرفاتٍ کا معنی بالکل واضح ہے کہ پھر جب تم قرآن سے لبریز ہو جاتے ہو یعنی قرآن سے مستفیض ہوتے ہو یا فیض حاصل کر لیتے ہو۔

(ج)اَفِیْضُوْا : اس کا سہ حرفی مادہ ف و ض ہے۔اس کے معنی سپرد کرنے اور فیض حاصل کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔فَوَّضَ تَفْوِیْضًا مزید فیہ سے ہے ۔جس کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ افاض یفیضوا مزید فیہ سے ہے اس کا معنی بھی فیض حاصل کرنے کے ہیں اس کا سہ حرفی مادہ ف ی ض بھی ہے۔حکم یہ ہے کہ تم سب ایک ہی مرکز کے سپرد ہو جاؤ یا فیض حاصل کرو جہاں سب ایمان والوں نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ہے یا فیض حاصل کر لیا ہے۔الگ الگ مرکزوں کے سپرد ہو کر یا فیض حاصل کر کے فرقہ واریت سے گریز کرو۔

بیت اللہ کی ازروئے قرآن غرض وغائت:

(1)مثابة للناس و امنا2/125 لوگوں کے مسائل حل کرنے کی مرکزی جگہ جہاں سے لوگوں کو امن ملے۔

(2)طھّرا بیتی للطّائفین والعاکفین والرّکّع السّجود 2/125 یہ مرکز شرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو گا۔طائفین اور عاکفین اور اللہ کے فرماں برداروں کے لئے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ اس مرکز کا فرض منصبی ہے کہ انسانوں کو ظاہری اور باطنی شرک کی آلودگی سے نکالنا۔

(3) قیٰمًا للنّاس 5/97 المسجدالحرام کا مقام ایسا مرکز جہاں انسانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا جائے گا۔ محتاجی ختم کی جائے گی۔

(4) مبٰرکًا وَّ ھُدًی اللّعا لمین 3/96 یہ انسانوں کو قرآن کے ذریعے فائدہ اور ہدایت دینے والا مرکز ہے۔

(5)واتّخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی 2/125 اس مرکز میں ابراہیم سلام'' علیہ کے کردار کو راہنما بناؤ۔

(6)فیہ اٰیت مبیّنٰت مقام ابراھیم 3/97 اس مرکز میں اللہ کے واضح احکام کی تبلیغ و تنفیذ ہوتی ہے۔ابراہیم سلام'' علیہ کے کردار کا ماڈل ہوتا ہے۔نفاذِ قرآن کا ذمہ دار مرکز ہے۔لہٰذا یہ مرکز ایک لیڈرشپ کا تصور دیتا ہے۔ قومیت بمعنی علاقہ، لسان، رنگ ونسل کی نمائندگی نہیں کرتا۔یہ مرکز انسانوں کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ

تعلیم کی سہولت مہیا کرتا ہے اور اس کے نفاذ کے لئے پر امن طریقے سے انسانوں کی ذہن سازی کرتا ہے۔یہ مرکز بلاغ ونفاذ کے ذریعے لوگوں پر حجت کاملہ ہے۔کیونکہ یہ کتاب اللہ کی خالص شہادت دینے والا مرکز ہے۔اس دور کو اپنے ابراہیم کی تلاش ہے۔کون ہے جو یہ جراءت کرے کہ کتاب اللہ کو لے کر اُٹھے اور اس کے کافی اور مفصّل ہونے کا اعلان کرے۔اور خود ساختہ تمام ادیانِ باطلہ کی بساط اُلٹ کر رکھ دے۔اگر لوگوں میں نورِ بصیرت کا فقدان نہ ہو تو نغمہ توحید کا بول بالا کر کے امن کی فاختہ کو اس جنتِ ارضی میں دوبارہ بلایا جا سکتا ہے۔ جو عوام اور حکمرانوں کے کفر و شرک کے نغموں سے بے زار ہو کر اس جنتِ ارضی سے ہجرت کر چکی ہے۔انسانوں کے غیرقرآنی نظاموں نے بحر و بر میں اللہ کے ساتھ شرک و کفر کر کے ظلم و فساد برپا کر دیا ہے۔پھر اوپر سے طرفہ تماشہ یہ کہ قرآن کا دامن چھوڑکرخود ساختہ قوانین نافذکر کے ظلم و فساد کو ختم کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔گویا کہ ایک اندھیرے سے نکل کر دوسرے اندھیرے میں کود جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم روشن خیالی میں آ گئے ہیں۔یہ ان کی اپنی روشن خیالی ہوتی ہے۔اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ یہ خیالی روشنی ہوتی ہے۔حقیقی یعنی وحی والی روشنی ان کے پاس نہیں ہوتی۔اور یہ اللہ کی طرف سے طے شدہ بات ہے کہ اس جنتِ ارضی میں امن و سلامتی کے تمام پروگرام فیل و ناکام ہیں۔ اللہ کا نازل شدہ قرآن ہی اس کائنات میں امن و سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔کاش کہ انسان اس قرآن کو صدقِ دل سے قبول کرلیں تو معاشرے میں امن و سلامتی آجائے گی ورنہ جتنے انقلاب آتے ہیں وہ ایک اندھیرے سے دوسرے اندھیرے میں کود پڑتے ہیں۔